امریکی مڈ ٹرم انتخابات کے نتائج کا تجزیہ

تحریر: استاد مناجی محمد

(ترجمہ)

امریکی مڈ ٹرم انتخابات کے نتائج کے نتیجے میں ڈیموکریٹس نے ایوانِ نمائندگان اور سینٹ دونوں میں شاندار کامیابی حاصل کی ہے۔ اس طرح انہوں نے صدر ٹرمپ کی بقایا مدتِ صدارت کے لیے کانگریس میں اکثریت پر قبضہ کر لیا ہے۔ سیاسی منظرنامے میں یہ بڑی تبدیلی ٹرمپ اور ان کی ریپبلکن پارٹی کے لیے ایک بڑا دھچکا ہے۔ ٹرمپ نے تسلیم کیا کہ ایران کی جنگ اور زندگی کے اخراجات میں اضافے نے ان کی پارٹی کے متعدد امیدواروں کی شکست میں کردار ادا کیا۔ ان کے نائب جے ڈی وینس نے کہا: "ہماری شکست کی وجہ جنگ ہے"۔ اس شکست کی وضاحت امریکی سرمایہ داریت کے ایک بڑے حصے کی ان کوششوں میں ملتی ہے جن کا مقصد سفارتی، اسٹریٹجک اور معاشی نقصانات کو کم کرنا ہے، جو ٹرمپ اور ان کی پارٹی نے پیدا کیے تھے۔ سرمایہ داریت کے کچھ طبقوں نے سرمایہ دارانہ مفادات کی خاطر ٹرمپ انتظامیہ کے سائز کو محدود کرنے کا طریقہ تلاش کرنا شروع کر دیا ہے، کیونکہ ٹرمپ کی پالیسیوں کی لاگت اور خطرات بہت بڑھ چکے تھے۔ ٹیکنالوجی، صنعتوں، کمپنیوں اور سرحد پار تجارت کے سرمایہ دار طبقے ٹرمپ کی کسٹم ڈیوٹیوں ، توانائی کی قیمتوں اور ایران جنگ کے نتیجے میں سپلائی چین کی معطلی سے شدید متاثر ہوئے تھے۔ اسی طرح مالیاتی سرمایہ داریت (Financial Capitalism) بھی مارکیٹوں کے عدم استحکام، سمیٹے گئے منافع کے مواقع کم ہونے اور مالیاتی، زری اور تجارتی پالیسیوں کی پیشگوئی نہ ہو سکنے کے باعث متاثر ہوئی تھی۔

اس بحران زدہ سرمایہ دارانہ صورتِ حال نے ٹرمپ کی پالیسیوں کے خطرات کو روکنے کے لیے ایک نیا سیاسی دھڑا بنانے کی راہ ہموار کی۔ اس کا مقصد ایوانِ نمائندگان اور سینٹ میں ڈیموکریٹس کی اکثریت کو ٹرمپ انتظامیہ کی رفتار روکنے کے لیے استعمال کرنا تھا۔ اس طرح اداروں کی مزاحمت کے بغیر انتظامیہ کے ذریعے غیر مستحکم تجارتی، مالیاتی اور تنظیمی پالیسیاں منظور کروانے کی صلاحیت کو کم کرنا تھا۔ چنانچہ ڈیموکریٹک اکثریت کا بنیادی کردار ٹرمپ انتظامیہ کی لگام پکڑنا اور ان کی سیاسی جارحیت کو مفلوج کرنا ہے؛ اور یہ کام ان کے ایجنڈے کو معطل کر کے، ان کی انتظامیہ کی تحقیقات کر کے، اور ان کی بقایا مدتِ صدارت پر سیاسی و قانونی پابندیاں عائد کر کے کیا جائے گا۔

سرمایہ داریت بہرحال سرمایہ داریت ہی رہتی ہے، اور اس کی زہریلی استعماری پالیسیاں اور بین الاقوامی جرائم قائم رہتے ہیں، چاہے وہ کتنا ہی بھیس کیوں نہ بدل لے۔ امریکی نظام ایک خالص سرمایہ دارانہ نظام ہے، جہاں انتخابات، اداروں (ایوانِ نمائندگان اور سینٹ) اور صدارت کی تشکیل میں سیاسی پیسہ ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ امریکی سیاست میں اخراجات کی نگرانی کرنے والی تنظیم "اوپن سیکیورٹس" کے مطابق، 2026ء کے مڈ ٹرم انتخابات میں کل اخراجات ریکارڈ 11.9 ارب ڈالر تک پہنچ گئے، جو 2022ء میں خرچ ہونے والے 8.9 ارب ڈالر سے کہیں زیادہ ہیں۔ ان انتخابات کا سرمایہ دارانہ پس منظر ٹرمپ انتظامیہ سے منسلک کچھ سرمایہ داروں کے اثر و رسوخ میں کمی کی صورت میں سامنے آیا ہے، کیونکہ نتائج خریدنے میں ان کے سیاسی پیسے کی حد کھل کر سامنے آ گئی۔ مثال کے طور پر، غائبانہ طور پر غزہ کی نسل کشی کے امریکی عوام پر تباہ کن اثرات کے بعد، کچھ پریشر گروپس —خصوصاً "ایپک" (AIPAC) جو کہ یہودی وجود کی حمایت کرنے والی صیہونی لابی ہے— کی غیر معمولی حیثیت میں کمی آئی۔ اس کے ساتھ ساتھ ایران کے خلاف ٹرمپ کی جنگ سے پیدا ہونے والے اسٹریٹجک اور مالیاتی نقصان نے بھی اثر ڈالا۔ لیکن یہ کمی دوسرے سرمایہ داروں اور ان کے پریشر گروپس کے فائدے میں جاتی ہے تاکہ ان کے اپنے سرمایہ دارانہ مفادات پورے ہو سکیں، ناکہ امریکی مجرمانہ سرمایہ دارانہ پالیسی میں کسی تبدیلی کے لیے۔

اور امریکی سیاسی پیسے کا یہ پھیلاؤ کرپٹو کرنسی ، ٹیکنالوجی اور ان سے منسلک بڑے معاشی مفادات کے حامی گروہوں کے جدید طریقوں سے ہوا ہے۔ نیز ٹرمپ کی پالیسیوں سے متاثر ہونے والے امریکی سرمایہ داریت کے طبقات آج ڈیموکریٹک پارٹی میں سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔ سیاسی، اسٹریٹجک اور معاشی طور پر ٹرمپ کی ناکامی امریکہ کی سیاست کی ازسرِنو ترتیب اور ڈیموکریٹک اکثریت سامنے لانے میں ایک مددگار عنصر ثابت ہوئی۔ پس ٹرمپ کی بے ہنگم پالیسیوں کی بھاری سرمایہ دارانہ قیمت ہی ان کی اور ان کی پارٹی کی عبرتناک شکست کا بنیادی سبب بنی۔ اس انتخاب کی دوسری اہم خصوصیت ڈیموکریٹک پارٹی کی جانب سے ان اقلیتی النسل گروہوں (Ethnic Minorities) کا وسیع

استعمال تھا جو تارکینِ وطن کے خلاف ٹرمپ کی پالیسیوں سے متاثر ہوئے تھے۔ مڈ ٹرم انتخابات نے غیر معلنہ پابندیوں کو توڑتے ہوئے پہلی بار ان اقلیتوں کے نمائندوں کے لیے سیاسی عہدے حاصل کرنے کی راہ ہموار کی ہے۔ ڈیموکریٹک پارٹی اس سیاسی استعمال کے ذریعے تارکینِ وطن میں سرمایہ کاری کر کے اور ٹرمپ پالیسیوں سے متاثرہ چھوٹی اقلیتوں کو اپنے اندر جذب کر کے اپنے انتخابی ووٹ بینک کی ازسرِنو تعمیر کرنا چاہتی ہے۔

اس سیاسی استعمال کا سب سے خطرناک اور مکارانہ پہلو مسلم کمیونٹی کا استعمال ہے، تاکہ امریکی سرمایہ داریت اور اسلامی دنیا میں اس کی مجرمانہ پالیسیوں کے مفادات کی خدمت کی جا سکے۔ اسلام کے نام لیوا کچھ لوگوں کو سیاسی طور پر اپنے اندر جذب کرنے کی اس امریکی سازش کی ایک چال یہ ہے کہ اسلامی ممالک میں امریکہ کی مجرمانہ پالیسیوں کے خلاف اندرون اور بیرونِ ملک مسلمانوں کے ردِعمل کو محدود کیا جائے اور اس سے پیدا ہونے والے غصے کو ٹھنڈا کیا جائے۔ چنانچہ امریکہ کے اندر، تارکینِ وطن مسلمانوں کے نمائندوں کے طور پر اسلام سے منسوب افراد کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ غزہ کی نسل کشی اور ایران پر ظالمانہ حملے کے خلاف شدید غصے کو اداروں سے باہر احتجاج کی شکل میں سامنے آنے سے روکا جائے، کیونکہ یہ عوام کی رائے کے لیے شدید خطرہ تھا (یاد رہے کہ غزہ کی نسل کشی کے بعد امریکی یونیورسٹیوں کے اندر مسلمانوں نے جس تحریک کی قیادت کی، وہ ایک تہذیبی دھماکہ تھی جس نے امریکہ کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور اس کی سرمایہ داریت کی نیندیں حرام کر دی تھیں)۔ اب اس غصے کو پارٹی کے اندرونی مباحثے میں تبدیل کیا جا رہا ہے، جہاں اسے قابو میں رکھنا، اس کی شدت کو کم کرنا اور اس کی حد مقرر کرنا آسان ہے۔

اسی طرح مسلمانوں کے خطے میں امریکی مجرمانہ پالیسی کے خلاف ان کے غصے اور احتجاج کو محض حکمران پارٹی کے خلاف احتجاج کا رخ دے دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے مسائل، ان کی امت اور ان کے اسلام کے خلاف امریکہ کے مظالم کو محض ایک انتخابی معرکہ اور امریکی حزبی کشمکش بنا کر پیش کیا جا رہا ہے، گویا سارا مسئلہ صرف حکمران پارٹی کا تھا، نہ کہ امریکہ کے ظالمانہ اسٹریٹجک فیصلوں کا! مزید برآں، یہ سیاسی شمولیت فیصلہ سازی میں شریک ہونے کا ایک جھوٹا احساس پیدا کرتی ہے، حالانکہ حقیقت میں یہ محض سیاسی استعمال اور مجرمانہ سرمایہ دار طبقے کے مفادات کی خدمت سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اس سیاسی شمولیت کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ یہ امریکی سرمایہ داریت کی پابندیوں سے آزاد کسی سیاسی قوت کو ابھرنے نہیں دیتی، اور نہ ہی مسلمانوں کو کسی ایسے اصولی اسلامی سیاسی کام میں شامل ہونے دیتی ہے جو مغرب سے مکمل آزادی کی امت کے بنیادی مقصد کے کام آ سکے۔

چنانچہ زہران ممدانی، الہان عمر، عبد الرحمن السید، رشیدہ طلیب، آدم حموی اور عبیر قواس جیسے لوگ—جنہیں مغرب کی طرف سے سیاسی کامیابی کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور جنہیں کچھ ایسے مسلمان اپنے اصولوں اور عقل کو جذبات کی بھیٹ چڑھا کر مسلمانوں اور ان کے مسائل کی فتح قرار دیتے ہیں—اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ یہ لوگ امریکی سرمایہ دارانہ علمانیت (Secularism) کے دلدل میں کچھ نام نہاد مسلمانوں کی شکست اور زوال کی عکاسی کرتے ہیں۔ یہ علمانیت انہیں شکست خوردہ امریکی سیاسی منظرنامے کو سہارا دینے کے لیے سستے آلات کے طور پر استعمال کرتی ہے، تاکہ امریکی مجرمانہ پالیسی کی خدمت کے لیے مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد کا رخ موڑا جا سکے۔ یہ افراد مغربی علمانیت کے تیزاب میں مسلمانوں کو تحلیل کرنے کا نمونہ ہیں، جو امریکی سیاست میں شامل ہو کر ان کے ثقافتی اور تہذیبی بگاڑ کو تیز کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے مسخ شدہ لوگ خود مغربی علمان پسندوں سے زیادہ منحرف علمانیت کے حامی بن جاتے ہیں، اور علمانیت کے بدترین اخلاقی زوال میں شامل ہو کر ہم جنس پرستی کے میلوں اور قومِ لوط کے مظاہروں میں شرکت کرتے ہیں، تاکہ اسلام سے بیزاری اور امریکی علمانیت کے دلدل میں مکمل غرق ہونے اور اس کی مجرمانہ سرمایہ دارانہ پالیسیوں کی خدمت کی اپنی مکمل اہلیت ثابت کر سکیں۔

علاوہ ازیں، امریکی سیاسی منظرنامے کو دوبارہ سنوارنے کے لیے وہ امریکی سرمایہ داریت کی ایک خالص ضرورت ہیں، اور اس سے بھی بدتر بات یہ ہے کہ انہیں مسلمانوں کے جذبۂ جدوجہد کو محدود کرنے اور خاص طور پر تارکینِ وطن مسلمانوں کو اپنی امت کے مسائل اپنانے اور مغربی مجرمانہ پالیسیوں سے امتِ مسلمہ کو آزاد کروانے کی اصولی سیاسی جدوجہد سے روکنے کے لیے آلے کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ امریکی انتخابی نتائج میں یہ مسلسل تبدیلیاں امریکہ اور مغرب میں مزمن سیاسی بحران کی عکاسی کرتی ہیں، جو بالآخر مخالفین کو ووٹ دینے پر ختم ہوتی ہیں تاکہ مغربی تہذیبی و ثقافتی نظام کے بحران کو ٹالا جا سکے، سیاسی دیوالیہ پن کو چھپایا جا سکے اور عوامی غصے کو ٹھنڈا کیا جا سکے۔ اسی طرح اقلیتوں، بشمول مسلم کمیونٹی، کا استعمال اسی بحران کو نبٹانے، امریکہ کے بوسیدہ سیاسی منظرنامے

کو سلیقہ دینے، اور اندرون و بیرونِ ملک سرمایہ داریت کے جرائم کے خلاف تارکینِ وطن مسلمانوں کے جذبۂ مزاحمت کو ناکام بنانے کے لیے ہے۔